علوم اسلامیہ میں خواتین کی خدمات

ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی

اسلام میں خواتین کا مقام و مرتبہ واضح ہے۔ انہیں علمی اور عملی ہر طرح کی سرگرمیاں انجام دینے کی اجازت ہے۔ ان کے حقوق اور فرائض سب متعین کر دیے گئے ہیں۔لیکن مقامِ حیرت وافسوس ہے کہ ان کے بارے میں اپنے اور پرایے سب غلط بیانی اور غلط فہمی کا شکار ہیں۔ایک طرف اسلام کے مخالفین اور بدخواہ طرح طرح کے اعتراضات اور الزامات عائد کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اسلام نے مردوں کے مقابلے میں عورتوں کو پست درجہ دیا ہے۔انہیں گھر کی چہار دیواری میں قیدی بنا کر رکھا ہے۔ ان پر حجاب کی بندشیں عائد کر کے انہیں سماج سے بالکلیہ کاٹ دیا ہے اور کسی کو ان کی علمی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ اور اس طرح کے دیگر اعتراضات اسلام کی صحیح تعلیمات سے ناواقفیت کا نتیجہ ہیں۔لیکن دوسری طرف یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ اسلام کے نام لیواؤں نے اسلام میں خواتین کے مقام و مرتبہ کا صحیح تعارف نہیں کرایا ہے۔ یہی نہیں، بلکہ ان کا عملی رویّہ مخالفینِ اسلام کے مذکورہ بالا اعتراضات کی تائید وتوثیق کرتا ہوا نظر آتا ہے۔

خواتین کا امتیازی کردار

اسلامی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو سماج کی تعمیر وترقی میں خواتین کا کردار بڑا درخشاں اور مثالی نظر آتا ہے۔ان کی خدمات ہمہ جہت ہیں۔ خاص طور سے علوم وفنون

کی اشاعت کے میدان میں انھوں نے بہت سرگرمی سے حصہ لیا ہے۔ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں ان کا یہ کردار بہت نمایاں نظر آتا ہے۔

علم کی نسل در نسل منتقلی میں خواتین نے اہم کردار نبھایا ہے۔ انھوں نے قرآن کریم حفظ کیا ہے اور حفظ کرایا ہے، تجوید اور علم قراءت میں مہارت حاصل کی ہے اور دوسروں کو یہ فن سکھایا ہے، اپنے شیوخ سے احادیثِ نبوی کا سرمایہ حاصل کیا ہے اور پوری حفاظت کے ساتھ اسے دوسروں تک پہنچایا ہے، فقہ سے اشتغال رکھا ہے اور اپنے فتاویٰ کے ذریعہ عوام کی رہ نمائی کی ہے، زہد و تصوف میں شہرت حاصل کی ہے اور وعظ وارشاد کی محفلیں سجائی ہیں۔ الغرض علوم وفنون اور خاص طور پر اسلامی علوم کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جو خواتین کا مرہونِ منت نہ ہو۔ [۱]

خواتین کے ذریعہ علوم کی سرپرستی

فروغِ علم کا ایک اہم ذریعہ یہ ہے کہ تعلیم وتربیت کے لیے مکاتب، مدارس، رباطات، ادارے اور مراکز قائم کیے جائیں، ان کے لیے اوقاف خاص کیے جائیں، ان میں تعلیم دینے والوں کے لیے وظائف مقرر کیے جائیں اور تعلیم حاصل کرنے والوں کے مصارف برداشت کیے جائیں۔ جن لوگوں نے خود کو علمی کاموں کے لیے وقف کر رکھا ہے انھیں معاشی تگ ودَو کرنے سے آزاد رکھا جائے۔ اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ حکم راں طبقے سے تعلق رکھنے والی اور دولت وثروت سے بہرہ ور خواتین نے ہر دور میں یہ خدمات انجام دی ہیں۔ یہاں صرف چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

عباسی خلیفہ ہارون رشید (م ۱۹۳ھ) کی بیوی زبیدہ بنت جعفر (م ۲۱۶ھ) کو رفاہی کاموں کی انجام دہی کے معاملے میں بہت شہرت حاصل ہے۔ اسے قرآن مجید کی تعلیم سے بہت دل چسپی تھی۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ اس نے اپنی سو (۱۰۰) باندیوں کو اس کے لیے فارغ کر رکھا تھا:

كان لها مائة جارية يحفظن القرآن ، ولكل واحدة وِردُ عُشرِ القرآن

و كان يُسمع في قصرها كدوي النحل من قراءة القرآن ۲؎
(اس کی سو سے زیادہ باندیاں تھیں، جو زیادہ تر وقت قرآن کریم کی تلاوت اور حفظ میں مشغول رہتی تھیں۔ ان میں سے ہر ایک قرآن کے دسویں حصہ کی تلاوت کرتی تھی۔ محل میں ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کے مثل سنائی دیتی تھی۔)

زمرّد خاتون (۵۵۷ھ)، جو دمشق کے حکم راں الملک دقّاق کی بہن تھیں، انھوں نے ایک مدرسہ قائم کیا تھا، جو المدرسۃ الخاتونیۃ البرانیۃ کے نام سے معروف تھا۔ ۳؎ عائشہ ہانم (بارہویں صدی ہجری) نے ۱۱۵۴ھ میں ایک مسافر خانہ تعمیر کرایا تھا، جس کو 'سبیل عائشہ ہانم' کہا جاتا تھا۔ اس کے اوپر انھوں نے قرآن کی تعلیم کے لیے ایک مکتب قائم کیا تھا اور ان دونوں کے مصارف کے لیے بہت سی جائیدادیں وقف کر دی تھیں اور اپنے ورثاء کو ان کا متولّی بنا دیا تھا۔ ۴؎ یمن کے سلطان الملک المظفر کی بیوی مریم نے زبید میں المدرسۃ المجاھدیۃ قایم کیا، اس میں یتیم اور غریب بچوں اور دیگر طالب علموں کو داخل کیا، اس میں امام، مؤذن اور معلّم کو رکھا اور اس کے مصارف کے لیے وقف کا معقول نظم کیا۔ ۵؎ السیدۃ ملکۃ بنت ابراہیم البعلیۃ الدمشقیۃ نے خواتین کے لیے مخصوص ایک رباط قائم کیا، جس میں قرآن مجید کے حفظ اور حدیثِ نبوی کی تعلیم کا نظم کیا۔ ۶؎

صحابیات و تابعیات کی علمی خدمات

علوم اسلامیہ کی اشاعت و ترویج کا کام عہدِ نبوی اور عہدِ صحابہ ہی سے شروع ہو گیا تھا اور خواتین نے اس میں سرگرمی سے حصہ لیا تھا۔۔ امہات المومنین میں خاص طور پر حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ نے بڑے پیمانے پر امت کو علمی فیض پہنچایا ہے۔ حضرت عائشہؓ نہایت ذہین اور غیر معمولی حافظہ کی مالک تھیں۔ چنانچہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوئی ہر بات کو اس کی صحیح ترین اور کامل ترین شکل میں یاد رکھا اور آپؐ کے جن اعمال کا مشاہدہ کیا ان کو بھی پوری طرح سمجھ کر اپنے ذہن میں محفوظ رکھا۔ وہ رسول اللہ

ﷺ کی وفات کے بعد پچاس (۵۰) برس تک زندہ رہیں اور مسلمانوں کی دونسلوں تک آپ ؐ کی تعلیمات کو پہنچانے کا ذریعہ بنیں۔وہ ایک قسم کا' زندہ ٹیپ ریکارڈر' بن کر تقریباً نصف صدی تک امت کے حق میں فیض رسانی کا ذریعہ بنی رہیں۔ ۷؎

حضرت عائشہؓ سے دوہزار دوسودس (۲۲۱۰) احادیث مروی ہیں۔ان سے دو سو ننانوے (۲۹۹) صحابہ وتابعین نے روایت کی ہے، جن میں سڑسٹھ (۶۷) خواتین تھیں۔حضرت ام سلمہؓ کا شمار فقہائے صحابیات میں ہوتا ہے۔علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ اگر ان کے فتاویٰ جمع کیے جائیں تو ایک رسالہ تیار ہوسکتا ہے۔ ۸؎ ان سے ایک سو ایک (۱۰۱) صحابہ وتابعین نے روایت کی ہے، جن میں تیئس (۲۳) خواتین ہیں۔احادیث کی روایت میں صحابیات، تابعیات اور بعد کی خواتین نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے۔ یہاں صرف چند مشہور خواتین کا تذکرہ کیا جارہا ہے:

سید التابعین حضرت سعید بن المسیبؒ (م ۹۴ھ) بڑے علم وفضل کے مالک تھے۔ان کے حلقۂ درس سے بے شمار لوگوں نے فائدہ اٹھایا اور ان سے احادیث روایت کیں۔ان کی صاحب زادی 'درّۃ' نے ان سے مروی تمام احادیث حفظ کرلی تھیں۔خلیفۂ وقت عبدالملک بن مروان (م ۸۶ھ) نے اپنے بیٹے اور ولی عہد ولید کے لیے ان کا رشتہ مانگا،لیکن ابن المسیبؒ نے انکار کردیا اور ان کا نکاح اپنے ایک شاگرد ابن ابی وداعہ سے کردیا۔نکاح کے کچھ روز کے بعد جب شوہر حضرت ابن المسیبؒ کی علمی مجلس میں جانے لگے تو بیوی نے کہا: **اجلس أعلّمک علم سعید**۔"یہیں رہیے، (میرے والد) حضرت سعیدؒ کے پاس جو علم ہے وہ میں ہی آپ کو دے دوں گی۔" ۹؎

امام مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ) کی صاحب زادی کو پوری مؤطا یاد تھی۔ان کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے والد کے حلقۂ درس میں دروازے کی اوٹ سے شریک رہتی تھیں۔احادیث پڑھنے میں کوئی شخص غلطی کرتا تو وہ دروازہ کھٹکھٹادیا کرتی تھیں۔امام مالک سمجھ جاتے اور پڑھنے والے کی اصلاح کردیتے تھے۔ ۱۰؎

فاطمہ بنت منذر بن زبیر بن العوام عظیم محدثہ اور فقیہہ تھیں۔انہوں نے بہت سی

احادیث کی روایت کی ہے، خاص طور پر اپنی دادی حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے۔ان کی بیش تر روایات ان کے شوہر حضرت ہشام بن عروہؒ (م ۱۴۶ھ) کے واسطے سے مروی ہیں۔ ۱۱؎

نفیسہ بنت الحسن بن زید بن الحسن بن علی بن ابی طالب (م ۲۰۸ھ)، جو امام جعفر صادقؒ کی بہو تھیں، بڑی صاحبِ علم وفضل خاتون تھیں۔ وہ اپنے شوہر اسحاق مؤتمن کے ساتھ مدینہ سے مصر چلی گئیں تو وہاں ان کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ چنانچہ لوگ علم کی پیاس بجھانے کے لیے جوق درجوق ان کے گھر کا رخ کرتے تھے۔ان کے شاگردوں میں سب سے مشہور نام امام شافعیؒ کا ہے، جو ان سے علمی استفادہ کے لیے برابر ان کے گھر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ سیدہ نفیسہ حدیث اور تفسیرِ قرآن دونوں کی بڑی عالمہ تھیں۔ انہیں پورا قرآن حفظ تھا۔ وہ احادیث بھی روایت کرتی تھیں۔ مورخین نے دونوں میدانوں میں ان کی عظمت ومہارت کا تذکرہ کیا ہے۔زرکلی نے لکھا ہے: **عالمة بالتفسير و الحديث** ۱۲؎ (وہ تفسیر اور حدیث کی عالمہ تھیں۔) سیدہ نفیسہ کی علمی عظمت کا اعتراف ہی ہے کہ تاریخ میں ان کی شہرت 'نفیسۃ العلم' کے نام سے ہے۔

مساجد میں خواتین کے حلقے

آج اس موضوع پر مباحثے جاری ہیں کہ مساجد میں خواتین کا داخلہ جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ ابتدائی صدیوں میں خواتین کے علمی دروس کی مجلسیں منعقد ہونا ایک عام بات تھی۔ وہ اپنے گھروں میں، دوسروں کے گھروں میں، مسجدوں میں، مدارس اور رباطات میں، باغات میں اور دیگر مقامات میں مسندِ تدریس پر بیٹھتی تھیں اور ان سے استفادہ کرنے والوں میں مرد اور خواتین دونوں ہوتے تھے۔ اسلام میں تین مسجدوں (مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی اور مسجد اقصیٰ) کی غیر معمولی اہمیت ہے۔مؤرخین نے صراحت کی ہے کہ ان سب میں خواتین کی علمی مجلسیں منعقد ہوتی تھیں اور وہ باقاعدہ درس دیتی تھیں۔

مسجد حرام میں درس دینے والوں میں ام محمد سارہ بنت عبدالرحمن المقدسیۃ، مسجد نبوی میں درس دینے والی خواتین میں ام الخیر وام محمد فاطمہ بن ابراہیم بن محمود بن

جوھر البعلبکی المعروف بالبطائحی، قاضی القضاۃ شیخ تقی الدین سلیمان بن حمزہ کی بیوی زینب بنت نجم الدین اسماعیل المقدسیۃ، ام محمد زینب بنت احمد بن عمر المقدسیۃ اور مسجد اقصیٰ میں درس دینے والی خواتین میں ام الدرداء التابعیۃ اور ام محمد ھدیۃ بنت علی بن عسکر البغدادی (۸/ویں صدی ہجری) شہرت رکھتی ہیں۔

اسلامی تاریخ میں دمشق کی مسجد اموی کی بھی غیر معمولی اہمیت ہے۔اس میں بھی خواتین کی درس وتدریس کی مجلسیں قائم ہوتی تھیں۔ابن بطوطہ نے اپنے سفر نامے میں لکھا ہے کہ اس نے مسجدِ اموی کی زیارت کی اور وہاں متعدد خواتین، مثلاً زینب بنت احمد بن ابراہیم اور عائشہ بنت محمد بن مسلم الحرّانیۃ سے حدیث کی سماعت کی۔

خواتین۔ اکابرِ امت کی معلّمات

اسلام کے دورِ عروج میں خواتین کے افادہ کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ان سے دیگر خواتین بھی استفادہ کرتی تھیں اور مرد بھی فیض اٹھانے میں پیچھے نہیں رہتے تھے۔اس پر نہ صحابہ اور تابعین نے نکیر کی اور نہ بعد کی صدیوں میں محدثین اور فقہاء نے کبھی اس پر پابندی عائد کرنے کی کوشش کی۔خواتین کے فخر کے لیے یہ بات کافی ہے کہ ان کی مجلسوں میں بڑے بڑے علماء وفقہاء ومحدثین حاضر ہوتے تھے اور ان سے استفادہ کرتے تھے۔ یہاں تاریخ اسلام کی چند اہم شخصیات اور ان کی معلّمات کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے اپنی کتاب '**معجم شیوخ الذھبی**' میں،اسی طرح علامہ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) نے اپنی کتاب '**المعجم المؤسس للمعجم المفھرس**' میں اپنی بہت سے معلّمات اور شیخات کا ذکر کیا ہے۔انہوں نے 'الدرر الکامنۃ فی أعیان المایۃ الثامنۃ' اور 'انباء الغمر فی أنباء العمر' میں بہت سی خواتین کا تذکرہ کیا ہے۔ان کے شاگرد علامہ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے اپنی کتاب **الضوء اللامع لأھل القرن التاسع** کی ایک جلد خواتین کے لیے خاص کی ہے۔ انہوں نے ایک ہزار ستّر (۱۰۷۰) خواتین کا تذکرہ کیا ہے، جن میں سے زیادہ تر محدثات وفقیہات تھیں۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے متعدد خواتین سے علم حاصل کیا۔ مثلاً ام ہانی بنت الھووینی، ام الفضل بنت محمد المقدسی، خدیجہ بنت ابی الحسن المقن، نشوان بنت عبداللہ الکنانی، ھاجر بنت محمد المصریۃ، امۃ الخالق بنت عبدا للطیف العقبی وغیرہ۔ انہوں نے اپنی معجم اور دیگر مؤلفات میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور ان کی روایات بیان کی ہیں۔ علامہ ابن حزمؒ (م ۴۵٦ھ) کی تعلیم وتربیت میں متعدد خواتین کا اہم کردار ہے، جنہوں نے انہیں قرآن کریم کی تعلیم دی، لکھنا پڑھنا سکھایا اور ان میں شعری ذوق پیدا کیا۔ اس کا ابن حزمؒ نے برملا اعتراف کیا ہے۔ خطیب بغدادیؒ (م ۴٦۳) نے طاہرہ بنت احمد بن یوسف التنوخیہ سے سماعت کی، جو بڑی محدثہ اور فقیہہ تھیں۔ جلیلۃ بنت علی بن الحسن الشجری نے عراق اور شام کا سفر کیا تو علامہ سمعانیؒ (م ۵٦۲ھ) اور دیگر علمائے کبار نے ان سے فیض اٹھایا۔ ابوعمرو مسلم بن ابراہیم الازدی الفراھیدیؒ (م ۲۲۲ھ) نے ستّر (۷۰) خواتین سے روایت کی ہے۔ اس طرح ابوالولید ہشام بن عبدالملک الطیالسیؒ (م ۲۲۷ھ) کے شیوخ میں بھی ستّر (۷۰) خواتین کے نام ملتے ہیں۔ حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) نے جن خواتین سے استفادہ کیا اور ان سے احادیث روایت کیں ان کی تعداد اسّی (۸۰) سے متجاوز ہے۔ ابوعبداللہ محمد بن محمود بن النجارؒ (م ٦۴۳ھ) کے اساتذہ اور شیوخ میں تین ہزار (۳۰۰۰) مرد اور چار سو (۴۰۰) خواتین تھیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے تقریب التہذیب میں تیسری صدی ہجری کے اوائل تک آٹھ سو چوبیس (۸۲۴) خواتین کے نام ذکر کیے ہیں، جنھیں روایتِ حدیث میں شہرت حاصل تھی۔ علم حدیث کی اشاعت وترویج کے میدان میں زمانہ کے اعتبار سے بھی کتابیں لکھی گئی ہیں، مقام کے اعتبار سے بھی اور عمومی انداز میں بھی۔ ۱۳؎ ڈاکٹر محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ) نے محدثات پر غیر معمولی اور زبردست کام کیا ہے۔ انہوں نے چالیس جلدوں میں دس ہزار سے زائد ایسی خواتین کا تذکرہ جمع کر دیا ہے جنہوں نے چودہ سو برس کے عرصے میں حدیثِ نبوی کی روایت، تعلیم وتدریس اور تصنیف وتالیف کی خدمت انجام دی ہے۔ ان کی کتاب کا نام ہے: الوفاء فی أسماء النساء: تراجم نساء الحدیث النبوی الشریف ۔ یہ ابھی منتظرِ اشاعت

ہے، البتہ اس کا مقدمہ انگریزی زبان میں Al-Muhaddithat(The women Scholars in Islam) کے نام سے شائع ہو گیا ہے۔

علمِ حدیث کے علاوہ اسلامیات کے دیگر میدانوں، مثلاً تفسیرِ قرآن، علم قراءت اور فقہ میں بھی خواتین کی عظمت مسلّم تھی۔ مشہور تابعیہ حضرت ام الدرداء الصغریٰ، جن کا نام ھجیمۃ بنت حیی الاوصابیۃ تھا، انہیں علم قراءت میں مہارت حاصل تھی۔[ابن الجزری المقری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القرّاء] فاطمہ نیشاپوریہ (چوتھی صدی ہجری) حافظۂ قرآن، عالمہ، مفسّرہ اور فقیہہ کی حیثیت سے مشہور ہوئیں۔ انھیں علمِ قراءت میں بھی کمال حاصل تھا۔ حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لے گئیں تو وہاں درس دینا شروع کیا۔ رفتہ رفتہ ان کا حلقۂ درس وسیع ہوتا گیا اور ان کی شہرت دور دراز علاقوں تک پہنچ گئی۔ اسی وجہ سے انھیں 'مفسّرہ فاطمہ نیشاپوریہ' کہا جاتا تھا۔ ۱۴؎ ام العز بنت محمد بن علی بن ابی غالب العبدری الدانی (۶۱۰ھ) کو قراءاتِ سبعہ میں مہارت حاصل تھی۔ ۱۵؎ خدیجۃ بنت ہارون (م ۶۹۵ھ) عمدہ قاریہ تھیں۔ ان کو قراءاتِ سبعہ میں مہارت حاصل تھی۔ فنِ قراءت کی کتاب 'الشاطبیۃ' انہیں پوری ازبر تھی۔ ۱۶؎ خدیجۃ بنت قیم البغدادیۃ (م ۶۹۹ھ) قرآن مجید کی بہت عمدہ قاریہ تھیں۔ بہت سے لوگوں نے ان سے تجوید اور قراءت کا علم حاصل کیا تھا۔ وعظ و ارشاد کی مجلسیں منعقد کرتی تھیں، جن میں لوگ بڑی تعداد میں شریک ہوتے تھے۔ ۱۷؎ سلمیٰ بنت محمد الجزری (نویں صدی ہجری) اپنے وقت کی مشہور قاریہ تھیں۔ دس (۱۰) قراءتوں کے ساتھ قرآن پڑھتی تھیں۔ ۱۸؎ فاطمہ بنت محمد بن یوسف بن احمد بن محمد الدیروطی (نویں صدی ہجری) بڑی عالمہ و فاضلہ خاتون تھیں۔ انھیں علمِ قراءت میں مہارت حاصل تھی۔ ان سے عورتوں اور مردوں کی ایک بڑی جماعت نے استفادہ کیا۔ ۱۹؎ امۃ الواحد بنت الحسین بن اسماعیل (م ۳۷۷ھ) فقہ شافعی میں غیر معمولی درک رکھتی تھیں۔ اس کے علاوہ علم الفرائض، حساب اور نحو کی بھی ماہر تھیں۔ حدیث کی بھی روایت کرتی تھیں۔ فاطمہ البغدادیۃ کو فقہ حنبلی کے تمام اصول و فروع میں خوب مہارت حاصل تھی۔ انہیں علامہ ابن قدامہؒ المقدسی کی کتاب

المغنیپوری ازبر تھی۔ان سے فقہ حنبلی کے بارے میں کوئی سوال کیا جاتا تو اس کا نصوص کی روشنی میں جواب دیتی تھیں۔انہوں نے فقہ کی تعلیم علامہ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) سے حاصل کی تھی۔۲۰؎ ست الوزراء (م ۷۶۳ھ) کو فقہ حنفی میں مہارت حاصل تھی۔ انھوں نے امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کی فقہ کا زیادہ تر حصہ یاد کر رکھا تھا۔۲۱؎

خواتین کا ایک اہم ترین اعزاز

علمِ حدیث کے میدان میں خواتین کے شرف اور فخر کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جہاں احادیث کی روایت کرنے والے مردوں کی بڑی تعداد کو متّہم کیا گیا ہے، ان پر وضعِ حدیث کا الزام لگایا گیا ہے اور ضعف کی وجہ سے ان کی روایات قبول نہیں کی گئی ہیں، وہاں ایک عورت بھی ایسی نہیں پائی گئی جو اس 'عیب' سے داغ دار ہو۔امام الجرح والتعدیل علامہ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے صاف الفاظ میں اس کی شہادت دی ہے۔انہوں نے لکھا ہے:

وما علمت فی النساء من اتھمت، ولا من ترکوھا ۲۲؎

(مجھے نہیں معلوم کہ روایتِ حدیث میں ایک بھی عورت متّہم ہوئی ہو اور نہ محدثین نے ضعف کی وجہ سے کسی ایک عورت کو ترک کیا ہے۔)

خواتین۔مردوں سے آگے

تاریخ اسلام میں ایسی بھی بہت سی مثالیں ملتی ہیں کہ کتاب وسنت کے فہم اور علوم اسلامیہ کی نشر واشاعت میں خواتین کا کردار مردوں سے بڑھ کر رہا ہے۔ یہاں چند ایسی ممتاز خواتین کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا:

مشہور تابعیہ حضرت حفصہ بنت سیرینؒ (۱۰۱ھ) بلند پایہ کی محدثہ تھیں۔فہمِ قرآن میں بھی ان کا مقام بہت اعلیٰ تھا۔علم قراءت میں ان کو اس قدر مہارت حاصل تھی کہ جب ان کے بھائی محمد بن سیرینؒ کو کوئی مشکل پیش آتی تو فرماتے:

''حفصہ سے پوچھو کہ وہ کیسے پڑھتی ہیں؟'' ۲۳؎

شیخہ صالحہ (چھٹی صدی ہجری) عبدالواحد بن محمد بن علی بن احمد الشیر ازی (جو ابوالفرج کے لقب سے مشہور تھے) کی صاحب زادی اور زین الدین علی بن ابراہیم بن نجا (جو ابن النجیہ کے نام سے معروف تھے) کی والدہ تھیں۔ شیخ ابوالفرج اپنے وقت میں شام کے مشہور شیخ اور فقہ حنبلی کے امام تھے۔ فقہ میں ان کی متعدد تصانیف ہیں۔ انھوں نے کتاب الجواھر کے نام سے تیس (۳۰) جلدوں میں ایک تفسیر لکھی تھی۔ ان کی صاحب زادی نے وہ پوری تفسیر یاد کرلی تھی۔ زین الدین بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے ماموں سے تفسیر پڑھتا تھا۔ جب میں اپنی والدہ کے پاس آتا تو وہ مجھ سے دریافت کرتیں کہ آج تمہارے ماموں نے کس سورہ کی تفسیر بیان کی؟ اور انھوں نے کیا کیا باتیں بتائیں؟ جب میں انھیں بتاتا تو وہ پوچھتیں کہ فلاں سورہ کی تفسیر میں انھوں نے فلاں بات بتائی؟ میں جواب دیتا: نہیں، تو وہ فرماتیں: تمہارے ماموں نے فلاں آیت کی تفسیر میں فلاں فلاں باتیں چھوڑ دی ہیں۔ ۲۴؎

فاطمہ بنت محمد بن احمد السمر قندی (م ۵۸۱ھ) فقہ حنفی میں بہت شہرت رکھتی تھیں۔ ان کے والد مشہور محدث اور فقیہ تھے۔ فاطمہ نے ان سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور اس میں کمال پیدا کیا۔ انہیں اپنے والد کی کتاب 'تحفۃ الفقہاء' پوری از بر تھی۔ فقہ میں ان کی مہارت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان کے والد کے پاس کوئی استفتا آتا تو وہ اپنی صاحب زادی سے مشورہ کرتے تھے، پھر وہ جواب تیار کرتیں اور اس پر باپ اور بیٹی دونوں کے دستخط ہوتے۔ فاطمہ کا نکاح ان کے والد نے اپنے عزیز شاگرد علاؤالدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی سے کردیا تھا۔ کاسانی کو ان کی تصنیف 'بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع' کی وجہ سے علمی دنیا میں بہت شہرت حاصل ہوئی۔ فاطمہ کا علمی فیض نکاح کے بعد بھی جاری رہا۔ وہ اپنے گھر میں درس کے حلقے لگاتی تھیں۔ ان سے بہت بڑی تعداد میں لوگوں نے استفادہ کیا۔ شیخ کاسانی بہت بڑے فقیہ تھے۔ ان کا لقب 'ملک العلماء' تھا، لیکن ان کی بیوی فاطمہ ان سے بڑھ کر تھیں۔ سوانح نگاروں نے لکھا ہے:

انھا کانت تنقل المذھب نقلا جیّداً، و کان زوجھا الکاسانی

ربّما یَهِم في الفتویٰ فتردّه الی الصواب ، وتعرّفه وجه الخطأ ، فیرجع الی قولها۔ ۲۵؎

(وہ (حنفی) مسلک کی بہت اچھی طرح ترجمانی کرتی تھیں۔ان کے شوہر کا سانی کو بسااوقات کوئی مسئلہ بیان کرتے ہوئے وہم ہوجاتا تو فاطمہ اس کی تصحیح کردیتی تھیں اور انہوں نے کیا غلطی کی ہے؟ یہ بھی بتادیتی تھیں۔ چنانچہ کاسانی ان کی تصحیح کو قبول کرلیتے تھے۔)

علمِ حدیث کے میدان میں شیخ ابوالحجاج جمال الدین یوسف المزّی (م ۷۴۲ھ) کی خدمات سے اسلامیات سے دل چسپی رکھنے والا ہر طالب علم اچھی طرح واقف ہے۔خاص طور سے فن اسماء الرجال میں انہیں یدِطولیٰ حاصل تھا۔ان کی تصانیف: **تهذیب الکمال في أسماء الرجال، تحفة الأشراف بمعرفة الأطراف** اور **المنتقیٰ من الفوائد الحسان في الحدیث** اس کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں۔شیخ مزی کو جتنی مہارت اور شہرت علم حدیث اور رجال کے میدان میں تھی، اتنی ہی، بلکہ اس سے زیادہ مہارت اور شہرت سے ان کی زوجہ عائشہ بنت ابراہیم بن صدیق (جو ام فاطمہ کے لقب سے مشہور تھیں) علم تجوید وقراءتِ قرآن کے میدان میں بہرہ ور تھیں۔ وہ بہترین قاریہ تھیں۔ ۷۴۱ھ میں اسّی (۸۰) برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔نصف صدی سے زائد عرصہ انہوں نے قرآن کی تعلیم وتدریس میں گزارا اور ہزاروں مردوں اور عورتوں نے ان سے استفادہ کیا۔ ان سے یہ فن سیکھنے والوں میں ان کی صاحب زادی امۃ الرحیم زینب بھی تھیں، جو مشہور مفسر، محدث اور مؤرخ علامہ ابن کثیر الدمشقیؒ (م ۷۷۴ھ) کی زوجہ تھیں۔ ابن کثیرؒ جہاں شیخ مزّی کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں، وہیں انہوں نے اپنی خوش دامن صاحبہ سے بھی علمی استفادہ کیا تھا۔ ابن کثیرؒ نے ان کا تذکرہ بڑے اچھے انداز میں کیا ہے:

''اپنے زمانے کی عورتوں میں کثرتِ عبادت ، تلاوتِ قرآن اور فصاحت وبلاغت اور صحیح ادا کے ساتھ قرآن پڑھانے کے معاملے میں کوئی دوسرا ان کا ہم سر نہ تھا۔ انہوں نے بہت سی عورتوں کا قرآن ختم کروایا اور بے شمار عورتوں نے ان سے قرآن پڑھا۔'' ۲۶؎

ان کے بارے میں ابن کثیرؒ کا یہ جملہ باعثِ حیرت ہے:

''ان کی طرح کی قراءت کرنے سے بہت سے مرد حضرات عاجز تھے۔'' ۲۷؎

خواتین اور تصنیف و تالیف

البتہ جہاں تک علوم اسلامیہ میں تصنیف و تالیف کا معاملہ ہے، اس سلسلے میں خواتین بہت پیچھے رہی ہیں۔ شیخ محمد خیر رمضان یوسف نے تذکرہ وتراجم کی کتابوں میں بہت غائرانہ انداز سے تفتیش و تفحّص کے بعد اپنی کتاب **المؤلِّفات من النساء و مؤلَّفاتهن في التاريخ الاسلامي** میں ۱۲۰۰ھ تک چھتیس (۳۶) مؤلّفات کا تذکرہ کیا ہے اور لکھا ہے کہ ان کی کتابوں کی تعداد عربی زبان میں سو (۱۰۰) سے زیادہ نہ ہوگی۔ ۲۸؎ انہوں نے اس موضوع پر بھی اظہارِ خیال کیا ہے کہ خواتین کی جانب سے تصنیف و تالیف میں کمی کے اسباب کیا ہیں؟ انہوں نے تین اسباب بیان کیے ہیں:

۱۔ تصنیف و تالیف ذہنی سکون واطمینان اور کسی حد تک فرصت وفراغت کا تقاضا کرتی ہے، جب کہ خواتین اپنی فطری مصروفیات، مثلاً حمل، ولادت، رضاعت، بچوں کی پرورش اور گھریلو کاموں میں مصروفیت وغیرہ کی وجہ سے بیش تر اوقات اس سے عموماً محروم رہتی ہیں۔

۲۔ خواتین کی رغبت عموماً تحریر وتصنیف کے مقابلے میں کہنے سننے کی طرف زیادہ رہتی ہے۔ اسی لیے ان کی صلاحیتوں کا اظہار شاعری، ادب، لغت اور انسانی و وجدانی علوم میں دیگر میدانوں کے مقابلے میں زیادہ ہوا ہے۔ علم حدیث کی بنیاد سماع وروایت پر ہے، اس کے لیے تحریر شرط نہیں ہے، اسی لیے اس میں خواتین کی صلاحیتوں کا غیر معمولی اظہار ہوا ہے اور ہزاروں کی تعداد میں محدّثات پیدا ہوئی ہیں۔

۳۔ خواتین کی بہت سی تصنیفات، جو ایک عرصہ تک امت کے درمیان متداول تھیں، حوادثِ زمانہ کی نذر ہوگئیں اور مورخین اور تذکرہ وتراجم کی کتابیں تالیف

کرنے والوں نے ان صاحبِ تصنیف خواتین کے حالات لکھنے سے تغافل برتا۔اس لیے کہ عموماً پردہ نشیں خواتین کے حالات جمع کرنے میں بہت دشواریاں تھیں۔۲۹؎

موجودہ دور میں خواتین کی علمی خدمات

یہ بات بڑی خوش آئند ہے کہ گزشتہ دو صدیوں میں تعلیمِ نسواں کو فروغ ملا ہے اورخواتین کے لیے تحصیلِ علم کے مواقع بڑھے ہیں۔ دینی وعصری تعلیم کے مراکز، مدارس اور جامعات قائم ہوئے ہیں، جن میں طالبات کو داخلہ ملا ہے اور ان کے لیے مخصوص درس گاہیں بھی قائم کی گئی ہیں۔اس طرح خواتین کو اپنی صلاحیتوں کو پروان چڑھانے اور اپنے جوہر دکھانے کے لیے وسیع میدان ہاتھ آیا ہے، زیورِعلم سے آراستہ ہوکر انھوں نے درس وتدریس کا کام بھی سنبھالا ہے، اس طرح ان کا علمی فیض عام ہوا ہے اور امت کوان سے فائدہ پہنچا ہے۔

قرآنیات اورسیرت نگاری کے میدان میں بیسویں صدی کی خواتین میں ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمن بنت الشاطی (۱۹۱۳۔۱۹۹۸ء) کا نام بہت نمایاں ہے۔انہوں نے عربی زبان وادب کی اعلیٰ تعلیم قاہرہ یونی ورسٹی سے حاصل کی، پھر مختلف مما لک میں تدریسی خدمت انجام دیں، لیکن پھر ان کا رجحان قرآنیات کی طرف ہوا۔ وہ جامعۃ القرویین مراکش میں شعبۂ تفسیر میں پرفیسر رہی ہیں۔ وہ پہلی خاتون ہیں جس کے جامع ازہر میں لیکچر ہوئے۔انھیں بہت سے ایوارڈز سےنوازا گیا،جن میں سے ایک عالمِ اسلام کا اعلیٰ اعزاز کا شاہ فیصل ایوارڈ ہے، جو انہیں ۱۹۹۴ء میں اسلامیات اور خاص طور پر قرآنیات کے میدان میں اعلیٰ خدمات انجام دینے پر دیا گیا۔بنت الشاطی کی تصانیف کی تعداد چالیس (۴۰) سے زائد ہے۔ خاندانِ نبوت کی خواتین پر ان کی تیارکردہ سیریز میں **أمّ النبي، نساء النبي، بنات النبي** اور **زینب بطلۃ کربلا** شامل ہیں۔اس کے علاوہ قرآنیات پر ان کی تصانیف میں **التفسیر البیاني للقرآن الکریم، الاعجاز البیاني للقرآن الکریم، القرآن والتفسیر العصري** اور **مقال في الانسان** اہمیت رکھتی ہیں۔تفسیرِقرآن میں ان کا ایک خاص منہج ہے، وہ یہ کہ جس موضوع پر مطالعہ مقصود

ہو اس سے متعلق قرآن کی تمام آیات جمع کرلی جائیں، پھر ان پر غور و فکر کیا جائے تو اس سے نئے نئے معانی مستنبط ہوتے ہیں۔ علومِ قرآن اور اصولِ تفسیر سے متعلق ان کی اور بھی آراء ہیں، جو ان کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ یہ منہج تفسیر انہوں نے اپنے استاذ شیخ امین الخولی (۱۸۹۵۔۱۹۶۶ء) سے، جو ان کے شوہر بھی تھے، حاصل کیا ہے۔ ۳۰؎

زینب الغزالی (م ۱۴۲۶ھ) کا شمار موجودہ دور کی ان خواتین میں ہوتا ہے جنھیں اپنی دعوتی اور تحریکی سرگرمیوں کی وجہ سے عالمی سطح پر شہرت حاصل ہے۔ وہ اخوان المسلمون سے وابستہ سرکردہ خواتین میں سے تھیں۔ ان کی پوری زندگی اسلام کی راہ میں جدّ و جہد اور قربانی سے عبارت ہے۔ عرصہ تک انھوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آزادی ملی تو اپنا سارا وقت درس و تدریس، وعظ و ارشاد اور تصنیف و تالیف میں گزارا۔ یوں تو دینی موضوعات پر ان کی متعدد تصانیف ہیں، لیکن ان میں سب سے اہم ان کی تفسیر ہے، جو 'نظرات فی کتاب اللہ' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ اس کی پہلی جلد سورۂ ابراہیم تک (۷۱۱ر صفحات) ۱۴۱۴ھ میں دار الشروق قاہرہ سے شائع ہوئی تھی۔ مکمل تفسیر (۱۳۰۰ر صفحات) دار التوزیع والنشر الاسلامیہ قاہرہ سے منظر عام پر آئی ہے۔ اس تفسیر میں دعوتی اسلوب نمایاں ہے۔ ۳۱؎

موجودہ دور کی مفسّرات میں ایک اہم نام محترمہ نائلہ ہاشم صبری کا ہے، جو فلسطین کے مشہور مفتی اور خطیب شیخ ڈاکٹر عکرمہ سعید صبری کی زوجہ ہیں۔ ان کی سرگرمیاں علمی اور عملی دونوں میدانوں میں ہیں۔ وہ بہت سے رفاہی اداروں اور سماجی تنظیموں سے وابستہ ہیں۔ ان کی متعدد تصانیف دینی موضوعات پر شائع ہوئی ہیں، جن میں سے ایک 'کواکب النساء' ہے، جس میں پانچ سو (۵۰۰) سے زائد خواتین کے تذکرے جمع کیے ہیں۔ ان میں امہات المومنین، صحابیات، محدثات، فقیہات، زاہدات اور حکوت و سیاست اور شعر و ادب سے دل چسپی رکھنے والی خواتین شامل ہیں۔ انھوں نے **المبصر لنور القرآن** کے نام سے ایک مبسوط تفسیر لکھی ہے، جس کا پہلا ایڈیشن

گیارہ (۱۱) جلدوں میں، جب کہ دوسرا ایڈیشن ۲۰۰۸ء میں سولہ (۱۶) جلدوں میں شائع ہوا ہے۔ یہ تفسیر بالمأثور کی ایک نمائندہ تفسیر ہے، جس میں حالاتِ حاضرہ سے ربط کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے۔ ۳۲؎

ان کے علاوہ خواتین کے ذریعہ تیار ہونے والی تفسیروں میں ماجدہ فارس الشمری کی **التوضیح والبیان فی تفسیر القرآن** (۸/جلدیں) فوقیہ ابراہیم الشربینی کی **تیسیر التفسیر** (۴/جلدیں)، فاطمہ کریمان حمزہ کی **اللؤلؤ والمرجان في تفسیر القرآن** اور ترکی زبان میں سمرا کورون کی تفسیر القاری (۱۳/جلدیں) خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔

خواتین نے جزئی تفسیریں بھی لکھی ہیں، مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے مکمل یا نامکمل ترجمے کیے ہیں اور علوم القرآن کے مختلف پہلوؤں پر کتابیں بھی تصنیف کی ہیں۔ ان میں قراءت، تجوید، فصاحت و بلاغت، تدبرِ قرآن، اقسام القرآن اور لغوی و بلاغی موضوعات و مباحث شامل ہیں۔ قرآنیات کے علاوہ حدیث، سیرت اور فقہ میں بھی خواتین کی علمی کاوشیں اہمیت کی حامل ہیں۔ موجودہ دور میں عالم عرب میں علوم اسلامیہ میں تصنیف و تالیف کی خدمات انجام دینے والی خواتین میں حنان لحام، عفاف عبدالغفور حمید، لطیفہ قزامل، ہیفاء عثمان، علامہ محمد ناصر الدین الالبانی کی صاحب زادیاں: حسانۃ اور سکینۃ، امانی بنت عاشور، عزیزہ یونس، وسیمہ عبدالمحسن، ام معن، ربیعۃ الکعبی، سعاد عبد الحمید، آمال محمد عبدالرحمن، صباح عبدالکریم، منیرہ الدوسری، سحر سویلم، ہند شلبی، عائشہ غلوم، سحر عبدالعزیز، کاملہ الکواری، صفیہ عبدالرحمن السحیبانی، اسماء المرابط، عصمۃ الدین کرکرا، موینہ طراز، نادیہ شرقاوی، فاطمہ ماردینی اور فاطمہ اسماعیل خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ ان کی تصانیف نے علوم اسلامیہ میں قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ ۳۳؎

برِّصغیر میں خواتین کے ذریعے علمی کاموں کی سرپرستی

برِّ صغیر ہند میں بھی علومِ اسلامیہ کے فروغ میں خواتین کی زرّیں خدمات رہی

ہیں۔انھوں نے اشاعتِ علم کی سر پرستی کی ہے اوراعلیٰ معیار کے علمی کام انجام دیے ہیں۔

مغل حکم راں اورنگ زیب (م ۱۱۱۸ھ) کی صاحب زادی زیب النساء نے شیخ صفی الدین ولی قزوینیؒ سے قرآن مجید کا فارسی زبان میں ترجمہ کروایا تھا۔ ساتھ ہی امام رازیؒ (م ۶۰۶ھ) کی تفسیر کبیر کا بھی فارسی ترجمہ کروایا تھا۔ ۳۴؎ ماضی قریب میں ریاست بھوپال کی حکم راں نواب خواتین نے علمی سر پرستی کی مثال قائم کی ہے۔انہوں نے خوب فیاضی سے تعلیمی اداروں کی مالی امداد کی ہے اور خطیر سرمایہ صرف کر کے علمی کام کرایے ہیں۔ نواب سکندر جہاں بیگم (م ۱۸۶۸ء) نے شیخ احمد داغستانی سے ترکی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کروایا۔ ان کی صاحب زادی اور جانشین نواب شاہ جہاں بیگم نے محمڈن اینگلواورینٹل کالج علی گڑھ کا بھر پور مالی تعاون کیا۔انہوں نے مولانا جمال الدین وزیر ریاست بھوپال سے پشتوزبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کروایا۔ ۳۵؎ ان کی صاحب زادی اور جانشین نواب سلطان جہاں بیگم نے بہت سی دینی درس گاہوں اور تعلیمی اداروں کو مالی امداد فراہم کی، جن میں علی گڑھ، دیوبند اور ندوہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔۳۶؎ انہوں نے ہی سیرۃ النبی کی تالیف کے لیے علامہ شبلی نعمانیؒ کو گراں قدر مالی تعاون دیا۔ ۳۷؎ جس زمانے میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی مرکزی عمارت زیر تعمیر تھی، ریاست بہاول پور کی خاتون محترمہ فلک احتجاب نے اس مد میں اپنے جیبِ خاص سے پچاس ہزار روپے عطا کیے تھے۔علامہ شبلی نعمانیؒ نے انہیں 'زندہ زبیدہ خاتون' کا لقب دیا ہے اور ان کی فیاضی اور علم دوستی کی ستائش کی ہے۔ ۳۸؎

اسلامیات میں کام کرنے والی چند اہم خواتین

برصغیر میں خواتین کے ذریعے انجام پانے والے علمی کاموں کا دائرہ تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت نبوی، تاریخ اور اسلامیات کے دیگر مضامین پر مشتمل ہے۔ اردو تفاسیر میں ماضی قریب میں ہندوستان میں محترمہ ثریا شحنہ کی 'تبیین القرآن فی تفسیر القرآن' (طبع حیدرآباد، انڈیا ۲۰۱۲ء) اور پاکستان میں محترمہ شکیلہ افضل کی 'تسہیل

البیان فی تفسیر القرآن' (طبع لاہور، ۲۰۱۳ء) شائع ہوئی ہیں۔ اہلیہ مولانا عزیز گلؒ (نو مسلمہ، م۱۹۶۶ء) نے اپنے شوہر کے ساتھ مل کر انگریزی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا تھا، لیکن غالباً وہ زیورِ طبع سے آراستہ نہ ہو سکا۔۳۹؎ ڈاکٹر فریدہ خانم (سابق پروفیسر شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی) نے اپنے والد مولانا وحید الدین خاں کے انگریزی ترجمۂ قرآن پر نظر ثانی کی ہے اور ان کی تفسیر 'تذکیر القرآن' کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ ڈاکٹر فرحت ہاشمی نے اپنے ادارہ 'الھدیٰ انٹرنیشنل' کے ذریعے قرآن فہمی کی ایک کامیاب تحریک برپا کی ہے۔ ان کی قرآن کلاسز کو عالمی شہرت حاصل ہوئی ہے۔ ترجمۂ قرآن اور تفسیر پر مشتمل ان کے لیکچرز کی سی ڈیز اور ڈی وی ڈیز اور کیسٹس خواتین کے درمیان دنیا بھر میں مقبول ہیں۔ ان کا ترجمۂ قرآن بھی چند سال قبل (دو جلدوں میں) الھدیٰ پبلی کیشنز اسلام آباد سے شائع ہو گیا ہے۔ اس کے علاوہ ہندو پاک میں علومِ قرآن کے مختلف پہلوؤں پر خواتین کی تصنیفات کی ایک معتد بہ تعداد ہے، جن کا یہاں تذکرہ کرنا ممکن نہیں۔۴۰؎

سیرتِ نبویؐ پر بھی خواتین نے محبت، عقیدت اور تحقیق کے ساتھ خامہ فرسائی کی ہے اور معیاری کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ڈاکٹر رؤفہ اقبال (علی گڑھ) کی کتاب 'عہد نبویؐ کے غزوات وسرایا' اور محترمہ نجمہ راجہ یٰسین (تلنگانہ) کی کتاب 'عہدِ نبویؐ کا بلدیاتی نظم ونسق' ہندوستان اور پاکستان دونوں جگہوں سے شائع ہوئی ہے۔ محترمہ شہناز کوثر (لاہور) اور محترمہ نگہت ہاشمی (بہاول پور) نے سیرت کے مختلف پہلوؤں کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا ہے۔ ڈاکٹر سعدیہ غزنوی کی کتابیں 'نبی کریم ﷺ بہ طور ماہر نفسیات' اور 'اسوۂ حسنہ اور علم نفسیات' سیرت کے ایک اہم موضوع پر روشنی ڈالتی ہیں۔ محترمہ عطیہ خلیل عرب نے مشہور عرب ادیب توفیق الحکیم کی کتابِ سیرت 'محمد ﷺ' اور محترمہ عذرا نسیم فاروقی نے جدید دور کے مشہور سیرت نگار ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری کی کتاب 'المجتمع المدنی فی عصر النبوۃ' کو اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ محترمہ ام عبد منیب نے سیرت نبوی پر

ایک ضخیم انسائیکلو پیڈیا (۶۸۸ صفحات) سوال و جواب کے طرز پر تیار کیا ہے۔ جناب حافظ محمد عارف گھانچی نے سیرت پر اردو زبان میں لکھی جانے والی نئی تصنیفات کی جو کتابیات تیار کی ہے اس میں خواتین کے ذریعے لکھی جانے والی کتابوں کی تعداد اسّی (۸۰) متجاوز ہے۔[۴۱] ظاہر ہے، اس میں خواتین کی کتبِ سیرت کا استیعاب ممکن نہ تھا، دوسرے اس میں ایک محدود زمانے کا احاطہ کیا گیا ہے۔

محترمہ مریم جمیلہ (م ۱۴۳۳ھ) نے اسلامیات کے میدان میں غیر معمولی خدمت انجام دی ہے۔ انھوں نے مغربی فکر و تہذیب اور اس کی مادہ پرستانہ قدروں پر پورے اعتماد کے ساتھ بھرپور تنقید کی، سیکولرزم اور جدیدیت پر مبنی نظریات کا محاسبہ کیا اور فکر اسلامی کا کامیاب دفاع کیا۔ ان کی تحریریں معذرت خواہانہ لب و لہجہ سے پاک ہیں۔ انھوں نے اسلام کو موجودہ دنیا کے لیے بہ طور متبادل پیش کیا۔ انگریزی زبان میں ان کی تصانیف، جن کی تعداد تقریباً تین درجن ہے، اسلامی لٹریچر میں قابل قدر سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں سے متعدد کتابوں کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔[۴۲]

اسلامی تاریخ میں لکھنے والی موجودہ دور کی خواتین میں ایک معتبر نام پروفیسر نگار سجاد ظہیر کا ہے۔ ان کے ادارہ 'قرطاس' نے اسلامی تاریخ پر دیگر مصنفین کی متعدد طبع زاد کتابیں اور قدیم عربی کتابوں کے تراجم شائع کیے ہیں۔ خود موصوفہ کی کتابیں (مطالعۂ تہذیب، شعوبیت، عرب اور موالی، مختار ثقفی، حجاج بن یوسف، خوارج، جدید ترکی وغیرہ) فنِ تاریخ میں ان کی عظمت کا عمدہ ثبوت پیش کرتی ہیں۔

دیگر ممالک میں بھی خواتین نے اہم دینی و علمی خدمات انجام دی ہیں۔ خاص طور سے مغربی ممالک میں خواتین کے قلم سے اسلامیات کے مختلف پہلوؤں پر قابل قدر تصانیف سامنے آئی ہیں۔ ان میں وہ خواتین بھی ہیں جن کا تعلق دیگر مذاہب سے ہے، لیکن انھوں نے اسلامیات سے دل چسپی لی ہے اور جو تحقیقات پیش کی ہیں انھیں عالمی پیمانے پر قبولِ عام حاصل ہوا ہے۔

خواتین کی علمی ترقی میں جامعات کا کردار

گزشتہ صدی کے اوائل سے لڑکیوں کی تعلیم کا رجحان بڑھا، ان کے لیے مخصوص تعلیمی ادارے قائم ہوئے اور عصری جامعات میں بھی انھیں داخلہ کے مواقع ملے تو ان کی علمی صلاحیتوں کو جلا ملی اور انھوں نے اسلامیات کے مختلف میدانوں میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کے مقالات تحریر کیے۔ یہ مقالات علوم اسلامیہ کے تمام موضوعات کا احاطہ کرتے ہیں۔ ان سے خواتین کے تخلیقی صلاحیتوں کا بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ ان میں قدیم وجدید مفسرین کے مناہجِ تفسیر کا تعارف کرایا گیا اور ان کا تجزیاتی وتنقیدی مطالعہ کیا ہے، سماجی، معاشی اور سیاسی موضوعات پر قرآن وحدیث کی روشنی میں بحث کی گئی ہے، سیرتِ نبوی کے مختلف پہلوؤں پر عصر حاضر کے تناظر میں تحقیق کی گئی ہے، نئے پیش آمدہ سماجی اور فقہی مسائل کا جائزہ لیا گیا ہے اور مقاصدِ شریعت کی روشنی میں ان کا حل پیش کیا گیا ہے۔

عصری جامعات کا قیام عرب اور مسلم ممالک میں بڑے پیمانے پر ہوا ہے۔ ان میں سے بعض مخلوط تعلیم فراہم کرتی ہیں۔ ان میں طلبہ کے ساتھ طالبات داخلہ لے کر تعلیم حاصل کرتی ہیں اور بعض تعلیمِ نسواں کے لیے خاص ہیں۔ ان اداروں میں طالبات کے ذریعے اسلامیات پر خاصا کام ہوا ہے اور بڑی تعداد میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کے مقالے تیار ہوئے ہیں۔ برصغیر ہندوپاک میں بھی طالبات میں اعلیٰ تعلیم کے تحصیل کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے اور وہ عصری جامعات میں داخلہ لے کر ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کررہی ہیں۔ پاکستان اور ہندوستان دونوں جگہوں پر عصری جامعات میں دینیات (Theology) اور اسلامیات (Islamic Studies) کی فیکلٹیز قائم ہوئی ہیں اور ان کے تحت قرآن، حدیث، سیرت، اسلامی تاریخ اور دیگر مضامین کے الگ الگ شعبے قائم ہوئے ہیں اور ان کے تحت طالبات نے تحقیقی مقالات لکھے ہیں۔ خاص طور سے پاکستان کی عصری جامعات میں طالبات کے ذریعہ علوم

اسلامیہ پر خاصا کام ہوا ہے۔ ۴۳؎ کسی قدر کام ہندوستان میں بھی ہو رہا ہے۔ لیکن افسوس کہ ان تحقیقی مقالات میں سے صرف چند ہی زیورِ طبع سے آراستہ ہو سکے ہیں۔ اس بنا پر عصری جامعات میں خواتین کے ذریعہ انجام پانے والے علمی کاموں کا نہ تو پوری طرح تعارف ہو سکا ہے اور نہ ان سے استفادہ کی کوئی سبیل نکل سکی ہے۔

خواتین کے علمی کاموں کے تعارف کی ضرورت

واقعہ یہ ہے کہ اسلامی علوم میں خواتین کی خدمات کا کما حقہ تعارف اب تک نہیں کرایا جاسکا ہے اور نہ ان کے بارے میں عموماً لوگوں کو کچھ معلومات ہیں۔ تذکرہ وتراجم کی کتابیں بھی ان کے ذکر سے تقریباً خاموش ہیں۔ مثال کے طور پر ابن الجزری المقری ؒ (م ۸۳۳ھ) نے اپنی کتب **غاية النهاية في طبقات القرّاء** میں تین ہزار نوسو پچپن (۳۹۵۵) قاریوں کا تذکرہ جمع کیا ہے، جن میں سے قاریات صرف تین (۳) ہیں۔ اسماعیل بغدادی نے اپنی کتاب **هدية العارفين في أسماء المؤلّفين و آثار المصنّفين** میں صرف دو (۲) صاحبِ تصنیف خواتین کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح زرکلی کی **الأعلام** میں تیرہ (۱۳) اور عمر رضا کحالہ کی **أعلام النساء** میں صرف دس (۱۰) ایسی خواتین کا تذکرہ ہے جنہوں نے کسی موضوع پر تصنیف وتالیف کا کام کیا ہے۔

ضرورت ہے کہ خواتین کے علمی کاموں کے تعارف کی طرف توجہ دی جائے، انھیں تحقیق کا موضوع بنایا جائے اور ان کو نمایاں کیا جائے۔

مستقبل کا منظر نامہ

علومِ اسلامیہ کے میدان میں خواتین کی موجودہ پیش رفت کو اطمینان بخش کہا جاسکتا ہے، لیکن ان سے مزید کی توقع رکھنا بے جا نہ ہوگا۔ جس طرح ان کا ماضی درخشاں اور تابناک رہا ہے اسی طرح مستقبل میں بھی امید ہے کہ ان کے ذریعہ علوم اسلامیہ کے مختلف میدانوں میں قابلِ قدر اور معیاری کام سامنے آئے گا۔

حواشی ومراجع

۱۔ مولانا سید جلال الدین عمری نے صدر اول کی مسلم خواتین کی دینی وعلمی خدمات پر تفصیل سے لکھا ہے اور علوم وفنون کی اشاعت میں ان کے امتیازی کردار کو خوب نمایاں کیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے: 'عورت اسلامی معاشرے میں' اور 'عورت اور اسلام'، شائع شدہ از مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، نئی دہلی۔

۲۔ ابن خلکان، وفیات الأعیان، تحقیق: احسان عباس، دار صادر بیروت، ۱۹۸۷ء، ۲/ ۳۱۴

۳۔ الزرکلی، الاعلام، دار العلم للملایین، بیروت، ۱۹۸۷ء، طبع ۱۲، ۳/ ۴۹

۴۔ عمر رضا کحالۃ، اعلام النساء، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۳/ ۱۹۴

۵۔ حوالہ سابق، ۵/ ۴۰

۶۔ حوالہ سابق، ۲/ ۳

۷۔ ڈاکٹر فریدہ خانم، امہات المومنین، الرسالہ بک سینٹر، نئی دہلی ۲۰۰۱ء، ص ۹۔۱۰

۸۔ اعلام الموقعین، ابن قیم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۶ء، ۱/ ۱۰۔۱۲

۹۔ ابن الحاج، المدخل، ۱/ ۲۱۵، ابن سعد، الطبقات، ۵/ ۱۳۸، ابونعیم، حلیۃ الاولیاء، ۲/ ۱۶۷

۱۰۔ ابن فرحون، الدیباج المذھب فی أعیان علماء المذھب، ۱/ ۸۶

۱۱۔ ابن حجر العسقلانی، تھذیب التھذیب، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۱۳ھ/ ۱۹۹۳ء، طبع دوم، ۱۲/ ۴۴۴

۱۲۔ الزرکلی، الاعلام، ۸/ ۴۴

۱۳۔ مثلاً ملاحظہ کیجیے: آمال قرداش بنت الحسین، دور المرأة في خدمة الحديث في القرون الثلاثة الأولى، وزارة الأوقاف، الدوحة، ۱۴۲۰ھ، صالح يوسف معتوق، جهود المرأة في رواية الحديث (القرن الثامن الهجري)، دار البشائر الاسلامية، بيروت، الدكتور محمد بن عزوز، جهود المرأة الدمشقية في رواية الحديث الشريف، الشيخ مسهور حسن سلمان، عناية النساء بالحديث النبوي، عالية عبد الله محمد بالطو، الأستاذة المساعدة بكلية اعداد المعلّمات بمكة المكرمة، تراجم المحدثات من التابعيات و مروياتهن في الكتب الستة: جمع و دراسة و تعليق، (رسالة ماجستير)

۱۴۔ عمر رضا کحالۃ، أعلام النساء، ۴/ ۱۴۷۔ ۱۴۸

۱۵۔ حوالہ سابق، ۳/۲۶۹

۱۶۔ حوالہ سابق، ۱/ ۳۴۵

۱۷۔ حوالہ سابق، ۱/۳۳۹

۱۸۔ بدوی خلیل، شہیر ات النساء، ص ۱۴۵

۱۹۔ عمر رضا کحالۃ، أعلام النساء، ۴/ ۱۴۱

۲۰۔ زین الدین ابوالفرج البغدادی، کتاب الذیل علی طبقات الحنابلۃ لابن رجب، مطبعۃ السنۃ المحمدیۃ القاہرۃ، ۱۹۵۳، ۱/ ۴۴۰

۲۱۔ عمر رضا کحالۃ، أعلام النساء، ۲/ ۱۷۴

۲۲۔ ذہبی، میزان الاعتدال، ۴/ ۶۰۴

۲۳۔ ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، تحقیق: خالد طرطوسی، دار الکتاب العربی بیروت، ۲۰۱۲ء، ص ۶۰۷

۲۴۔ ابن رجب، الذیل علی طبقات الحنابلۃ، ۴/ ۴۶۷

۲۵۔ فاطمہ السمر قندیہ کے حالات کے لیے ملاحظہ کیجئے: ابن ابی الوفاء القرشی، الجواھر المضییۃ فی طبقات الحنفیۃ، ۴/ ۱۲۲۔ ۱۲۴، زینب بنت علی العاملی، الدرّ المنثور فی طبقات ربّات الخذور، ص ۳۶۷، ابن قطلو بغا، تاج التراجم، ص ۲۵۲، ۳۲۷۔ ۳۲۸، عمر رضا کحالۃ، اعلام النساء، ۴/ ۹۴۔ ۹۵، طاش کبری زادہ، مفتاح السعادۃ، ۲/ ۲۴۷۔ ۲۴۸، محمد خیر رمضان یوسف، المؤلفات من النساء، ص ۸۴۔ ۸۶

۲۶۔ ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۸۸ء، ۲۱/ ۱۱۳

۲۷۔ حوالہ سابق

۲۸۔ محمد خیر رمضان یوسف، المؤلفات من النساء ومؤلفاتھن فی التاریخ الاسلامی، دار ابن حزم بیروت، ۲۰۰۲ء، ص ۵۔ ۶

۲۹۔ حوالہ سابق، ص ۱۳۔ ۱۵

۳۰۔ عائشہ عبد الرحمن بنت الشاطی، التفسیر البیانی للقرآن الکریم، دار المعارف، القاہرۃ، طبع ہفتم، الاعجاز البیانی للقرآن الکریم، دار المعارف القاھرۃ، ۱۹۷۱ء

۳۱۔ زینب الغزالی اوران کی تفسیر کے بارے میں تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: مرجان عثمانی، مصر کی بیٹی زینب الغزالی، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز نئی دہلی، ۲۰۱۶ء

۳۲۔ اس تفسیر کے تجزیاتی مطالعہ کے لیے ملاحظہ کیجیے: عفاف عبد الغفور حمید، **من جهود المرآة المبصر لنور القرآن: اول جهد كامل في التفسير للمرآة حديثاً**، مقالہ پیش کردہ دوسری بین الاقوامی قرآن کانفرنس، زیر اہتمام تنظیم مرکز بحوث القرآن، جامعہ ملایا، کوالا لمپور، ملیشیا، فروری ۲۰۱۲ء

۳۳۔ ملاحظہ کیجیے تحقیقی مقالہ تفسیر وعلوم قرآنی میں خواتین کی خدمات، ندیم سحر عنبرین، پیش کردہ شعبہ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، ۲۰۱۸ء میں مذکور خواتین کے تذکرے۔

۳۴۔ ڈاکٹر علاؤ الدین خاں، عہد اورنگ زیب میں علماء کی خدمات، ص ۱۷۳۔ ۱۷۴، ڈاکٹر ظفر الاسلام، مقالہ: عہد وسطیٰ کے ہندوستان کی فارسی تفسیریں۔ ایک تعارفی مطالعہ، سہ ماہی علوم القرآن، علی گڑھ، جولائی۔ دسمبر ۱۹۸۵ء، ص ۱۳۳

۳۵۔ عبد الصمد صارم الازھری، تاریخ التفسیر، ادارۂ علمیہ لاہور، ۱۹۶۶ء، ص ۸۳

۳۶۔ مولانا محمد اسلم جیراج پوری، خواتین، مکتبہ جامعہ دہلی، ص ۲۲۹۔ ۲۳۶

۳۷۔ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، آثار شبلی، دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ،

۳۸۔ شبلی نعمانی، مقالات شبلی، دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۸/ ۸۸

۳۹۔ قاضی محمد زاہد الحسینی، تذکرہ المفسرین، دار الارشاد، پاکستان، ۱۴۲۵ھ، طبع سوم،

۴۰۔ ملاحظہ کیجیے تحقیقی مقالہ 'تفسیر وعلوم قرآنی میں خواتین کی خدمات' ندیم سحر عنبرین، پیش کردہ شعبہ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، ۲۰۱۸ء

۴۱۔ ملاحظہ کیجیے: جدید اردو کتابیات سیرت (۱۹۸۰۔۲۰۰۹ء) دار العلوم التحقیق کراچی، ۲۰۰۹

۴۲۔ مریم جمیلہ کی تصانیف اور افکار کے تعارف کے لیے ملاحظہ کیجیے: مجتبیٰ فاروق، مریم جمیلہ۔ مغرب کی بے باک ناقد، مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز نئی دہلی، ۲۰۱۸ء

۴۳۔ جناب محمد عاصم شہباز نے پاکستان کی بیس (۲۰) جامعات میں اسلامیات میں کی گئی پی ایچ ڈیز کی فہرست تیار کی ہے۔ اس کے مطابق کل آٹھ سو سڑسٹھ (۸۶۷) میں سے ایک سو تیرہ (۱۱۳) مقالات خواتین کے ہیں۔

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کے منصوبہ کے تحت تیار کردہ

دو اہم مطبوعات

ا۔اسلامی معاشرہ کی خصوصیات مولانا کمال اختر قاسمی

اس کتاب میں تین ابواب ہیں: پہلا باب مغربی معاشرہ اوراس کے اثرات ونتائج پر مشتمل ہے۔ دوسرے باب میں ہندوستانی سماج کو قدرے تفصیل کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تیسرا باب اسلامی معاشرہ پر ہے۔اس میں اسلامہ معاشرہ کی تشکیلی بنیادوں کا تذکرہ کیا گیاہے۔ اوراس کی خصوصیات پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

صفحات: ۲۰۸ قیمت: ۱۵۵

۲۔توحید اور قیامِ عدل مولانا محمد جرجیس کریمی

توحید کا عقیدہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ایک ہے،جس پر ایمان لانے سے انسانی زندگی میں نظم،توازن اور اعتدال پیدا ہوتا ہے اوراس پر ایمان نہ لانے سے وہ بدنظمی، بےاعتدالی اور فساد کا شکار ہوجاتی ہے۔

پیش نظر کتاب چار مباحث پر مشتمل ہے،جن میں عقیدۂ توحید کی وضاحت کی گئی ہے، انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اعتدال وتوازن کے اثرات بیان کیے گئے ہیں، نیز عقیدہ توحید سے محرومی اور شرک والحادمیں آلودگی کے نقصانات اور افکار وخیالات پر پڑنے والے اثرات کا عالمانہ جائزہ شامل ہے۔

صفحات: ۹۲ قیمت: ۵۰

ملنے کا پتہ: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز نئی دہلی 110025

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ 202002